خطباتِ حجۃ الوداع

مولانا فضل الرحمٰن اعظمی

فہرستِ مضامین

محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے
خطبات حجۃ الوداع

(امت کے نام حضرتؐ کا آخری پیغام)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین والصلوۃ والسلام علیٰ رسولہ خاتم الانبیاء والمرسلین وعلیٰ آلہ واصحابہ وازواجہ ورریتہٖ وامتہ التی اخرجت للناس الیٰ یوم الدین۔ امابعد

حجۃ الوداع۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا سفرِ حج آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ طیبہ کا ایک عظیم الشان باب ہے۔ ہجرت کے بعد یہ آپؐ کا پہلا اور آخری حج تھا۔ صحابہ کرامؓ کو جیسے ہی یہ خبر ملی کہ سرور کائنات محبوب ربُّ العالمین بیت اللہ کے حج کو جا رہے ہیں تو صحابہ کرامؓ ہر طرف سے اُمڈ آئے۔ مدینہ منورہ اور اس کے اردگرد کے لوگ تو ساتھ ہو ہی گئے۔ راستہ میں بھی اتنے لوگ ساتھ ہو گئے کہ ان کا شمار مشکل ہے۔ غزوۂ تبوک ہی میں ایک قول کے مطابق ایک لاکھ کے

قریب صحابۂ کرام تھے۔ حج میں ان کی تعداد لازماً زیادہ رہی ہوگی۔ بقول ملا علی قاریؒ ایک لاکھ چوبیس ہزار یا ایک لاکھ تیس ہزار کی تعداد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھی۔ آگے پیچھے، دائیں بائیں ہر طرف حدِ بصر تک انسان ہی انسان تھے۔ کوئی پیدل، کوئی سوار جس طرح بھی بن سکا ساتھ ہوگئے۔

حج کا سفر یوں ہی محبت و وارفتگی کا ایک روح پرور منظر ہوتا ہے۔ پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم جیسا محبوب اور صحابۂ کرامؓ جیسے محبین اور عاشقین کی معیّت میں پھر خصوصاً جبکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ بھی فرما رہے تھے کہ حج کے مناسک مجھ سے سیکھ لو، شاید اس کے بعد میں حج نہیں کر سکوں گا۔ (مسلم جلد ۱، صفحہ ۴۱۹) اور اسی سفر میں سورۃ اذا جاء نصر اللہ والفتح نازل ہوئی جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات اور سفرِ آخرت کی خبر تھی۔ (حیاۃ الصحابہ جلد ۳، صفحہ ۴۰۳) ان حالات میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ کوشش فرمائی ہوگی کہ امت کے اس منتخب مجمع کو جو قیامت تک آنے والی امت کے مقتداء اور راہبر ہیں وہ نصیحتیں کردوں جو میرے بعد ان کو کام آئے اور ان کے ذریعہ قیامت تک کی امت کو رہبری مل جائے۔

اسی لئے خاص حج کے ارکان وافعال سکھانے کے ساتھ مختلف مواقع پر ایسے خطبے دئے اور ایسی نصیحتیں فرمائیں۔ جو قیامت تک امت کے لئے چراغِ راہ ہیں۔ حضرت محدث جلیل مولانا حبیب الرحمٰن اعظمیؒ نے جزء حجۃ الوداع وعمرات النبی صلی اللہ علیہ وسلم للشیخ محمد زکریاؒ کے آخر میں جہاں خطبات حجۃ الوداع کی روایتیں جمع فرمائی ہیں وہاں لکھا ہے کہ

"نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حج کے خطبات اتنے عظیم الشان ہیں اور اتنی اہم اور مفید نصیحتوں پر مشتمل ہیں کہ ہر مسلمان پر ضروری ہے کہ ان کو اپنے سامنے رکھے اور ہر حاجی پر ضروری ہے کہ جب ان مقاماتِ مقدسہ پر جائے تو ان کو یاد کرلے۔" (جزء حجۃ الوداع کا آخر)

بندے کے دل میں بہت دنوں سے یہ خیال تھا کہ ان خطباتِ حجۃ الوداع کو جمع کرکے ان کی مختصر تشریح کرکے شائع کیا جائے تو مسلمانوں کو بہت فائدہ ہوگا۔ چنانچہ اس مقصد سے

صحاح اور سنن سے بہت سی روایتیں جمع کر رکھی تھیں۔ مجمع الزوائد اور حیاۃ الصحابہ میں بھی ان خطبوں کو جمع کیا گیا ہے۔ ان سب کو سامنے رکھتے ہوئے آج جبکہ حجاج کرام مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کی زیارت سے مشرف اور متمتع ہو رہے ہیں اور یہ بندۂ سیہ کار اپنی بدقسمتی کی وجہ سے وہاں حاضر نہیں ہو سکا۔ اس کام کو اللہ علیم وقدیر کے نام سے شروع کر رہا ہوں۔ شاید کہ اس عمل کی وجہ سے اللہ تعالیٰ مجھے بھی حجاج کرام کے زمرہ میں شامل فرمالیں۔ اس کریم کی ذرہ نوازی سے کچھ بعید نہیں ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا سفرِ حج ایک قول کے مطابق ۲۵/ذوالقعدہ ۱۰ھ بروز شنبہ اور بعد الظہر مدینہ منورہ سے شروع ہوا۔ مہینہ ۲۹ دن کا ہوا۔ ذی الحجہ کی ابتداء جمعرات سے ہوئی۔ ۴/ذی الحجہ اتوار کو مکہ مکرمہ پہنچے۔ ۸/ذی الحجہ جمعرات کو منیٰ کے لئے روانہ ہوئے۔ جمعہ کو حج ہوا۔ ۱۳/ذی الحجہ تک منیٰ میں رمی جمرات کے لئے تشریف فرما رہے۔ ۱۴/ذی الحجہ کی صبح کو مدینہ منورہ کی طرف روانگی ہوئی۔ اس طرح مکہ مکرمہ میں منیٰ، مزدلفہ، عرفات کے ساتھ کل دس روز قیام رہا۔ (جزء حجۃ الوداع) اس سفر میں کئی خطبے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دئے ان میں عرفات اور منیٰ کے خطبے زیادہ مشہور ہیں۔ ان میں بہت سی عام نصیحتیں ہیں۔ جن روایتوں کے بارے میں یہ معلوم ہو سکا کہ ان کا تعلق عرفات یا منیٰ سے ہے ان کو اسی عنوان کے تحت ذکر کریں گے اور جن کے بارے میں معلوم نہیں ہو سکا ان کو عام عنوان حجۃ الوداع کے خطبے کے ذیل میں ذکر کریں گے۔ اللہ تعالیٰ ان خطبات کو اور ان کی نصیحتوں کو ہر مسلمان کو حرزِ جان بنانے کی توفیق عطا فرمائے۔ اس پر عمل اور اس کی اشاعت کی توفیق نصیب فرمائے۔ یہ خیال رہے کہ حج کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ طیبہ کے صرف تقریباً ۸۰ یا ۹۰ دن رہ گئے تھے۔ پھر اتنے بڑے امت کے اجتماع کو آپ ﷺ کی رفاقت میسّر نہیں ہوئی اور اسی سفر میں آپ ﷺ کو وفات کے اشارے مل گئے تھے اس لئے ظاہر ہے کہ آپ ﷺ نے امت کے سامنے تمام اہم باتیں رکھ دی ہوں گی اس لئے ان خطبات کو امت کے لئے وصیت سمجھنا چاہئے۔

بعض صحابۂ کرامؓ نے اس کو وصیت سے تعبیر بھی فرمایا ہے۔ وصیت کو جس اہتمام سے سنا اور محفوظ رکھا جاتا ہے۔ ان خطبات کو اسی نظر سے دیکھنا چاہئے۔ واللہ الموفق

فضل الرحمٰن اعظمی

۳/ذی الحجہ ۱۴۱۵ھ مطابق ۳/مئی ۱۹۹۵ء یوم الاربعاء

خطبۂ یومِ عرفہ

حدیث ۱:- امام مسلمؒ نے حضرت جابرؓ سے حجۃ الوداع سے متعلق ایک طویل حدیث روایت کی ہے اس میں یہ بھی مذکور ہے کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم (نویں ذی الحجہ کو) عرفہ پہنچے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے مقام نمرہ میں (جو عرفات سے قریب ایک جگہ ہے) قبہ نصب کیا ہوا تھا اس میں آپؐ نے قیام فرمایا۔ جب زوالِ آفتاب ہوا تو قصوئ اونٹنی کو کجاوہ کس کے تیار کرنے کا حکم فرمایا۔ چنانچہ اس پر ایک کجاوہ رکھا گیا۔ (آپؐ اس پر سوار ہو کر) وادی (عُرنہ) کے اندر پہنچے اور لوگوں کو خطبہ دیا۔ اس میں یہ فرمایا تمہارے خون اور تمہارے مال تم پر اسی طرح حرام ہیں جیسے یہ دن، اس مہینہ میں، اس شہر میں، (توجہ سے سُن لو) خبردار جاہلیت کی تمام باتیں میرے دونوں قدموں کے نیچے رکھی ہوئی ہیں، اور جاہلیت کے خون بھی اور سب سے پہلا خون جس کو میں باطل اور ختم کرتا ہوں وہ میرے خاندان میں ربیعہ بن حارثؓ کے بیٹے (ایاس) کا خون ہے۔ یہ بچہ قبیلۂ بنی سعد میں دودھ پی رہا تھا۔ قبیلۂ ہذیل نے اس کو قتل کر دیا۔ (دونوں قبیلوں میں لڑائی ہوئی ایک پتھر اس بچہ کو لگا جس سے وہ انتقال کر گیا)۔

اور جاہلیت کا ربوا (سود) بھی باطل اور کالعدم ہے۔ سب سے پہلا ربوا جو میں ختم کرتا ہوں وہ ہمارے خاندان کا ہمارے چچا عباسؓ بن مطلب کا ربوا ہے۔ وہ سارا کا سارا معاف ہے۔ (یعنی وصول نہیں کیا جائے گا)۔ ربوا سے مراد اصل پونجی سے زائد، جو لیا جائے۔

تم عورتوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ سے ڈرو۔ تم نے ان کو اللہ کے امان سے لیا ہے اور ان کی شرمگاہوں کو اللہ تعالیٰ کے کلمہ (یعنی اس کے حکم) سے حلال بنایا ہے۔ تمہارا ان کے ذمہ یہ حق ہے کہ وہ تمہارے بستر ایسے شخص سے نہ رندوائیں جن کو تم ناپسند کرتے ہو (یعنی کسی ایسے شخص کو گھر میں نہ آنے دیں جن کے آنے کو تم پسند نہیں کرتے۔ خواہ کوئی عورت ہو یا مرد، اجنبی ہو یا رشتہ دار)۔

اگر ایسا کریں تو تم ان کو (ہلکی مار) مارو (تادیب کے لئے) ایسی مار جو سخت نہ ہو۔ (جس سے جسم پر نشان نہ پڑ جائے)۔

اور تمہارے ذمہ ان کا حق یہ ہے کہ ان کو روزی اور لباس عرف و رواج کے مطابق دو۔ میں تمہارے اندر ایک ایسی چیز چھوڑ کر جا رہا ہوں کہ اگر اس کو مضبوطی سے پکڑے رہو گے تو ہرگز گمراہ نہ ہو گے۔ وہ اللہ تعالیٰ کی کتاب ہے اور تم سے میرے بارے میں پوچھا جائے گا (کہ میں نے تبلیغ کر دی تھی یا نہیں) تو تم کیا کہو گے۔ صحابہؓ کرام رضی اللہ عنہم نے فرمایا ہم گواہی دیتے ہیں کہ آپؐ نے تبلیغ کر دی، اللہ کی بات پہنچا دی اور خیر خواہی کر دی، پھر حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی شہادت کی انگلی سے اس طرح اشارہ فرمایا کہ آسمان کی طرف اس کو اُٹھایا اور لوگوں کی طرف جھکایا اور فرمایا۔ ''یا اللہ تو گواہ ہو جا'' تین دفعہ یہ فرمایا۔ (صحیح مسلم مع شرح نووی جلد ۱، صفحہ ۳۹۷) بین القوسین جو اضافہ ہے وہ امام نووی اور ملا علی قاری کی شرحوں سے ماخوذ ہے۔

فائدہ :اس سے کئی باتیں معلوم ہوئیں۔ (۱) ایک تو یہ کہ کوئی مسلمان کسی مسلمان کا ناحق خون نہ بہائے۔ یہ بہت بڑا گناہ ہے۔ حدیث میں آیا ہے کہ قیامت کے دن اسی کا حساب سب سے پہلے ہو گا۔ علماء نے فرمایا یعنی حقوق العباد میں۔ اسی طرح کسی کا مال بغیر اس کی اجازت کے نہ لے، نہ تھوڑا نہ زیادہ۔ اگر کسی کا مال ناجائز طریقہ پر لیا تو اللہ تعالیٰ بھی اس کو معاف نہیں فرمائیں گے جب تک بندہ نہ معاف کرے اور اس کے بدلہ میں مقبول عبادتیں بھی مظلوم کو دی جا سکتی ہیں۔ پھر یہ ظالم باوجود بہت عابد ہونے کے مظلوموں کے گناہوں کی وجہ سے جہنم میں جا سکتا ہے۔

آگے آ رہا ہے کہ کسی مسلمان کی آبرو بھی اسی طرح حرام ہے۔ اگر کسی مسلمان کی غیبت کی یا اس کے سامنے بُرا بھلا کہہ کر اس کو ستایا اور تحقیر کی تو اس پر بھی وہی وعید ہے جو اوپر بیان ہوئی ہے اس لئے ان تینوں گناہوں سے بچنے کا بہت اہتمام کرنا چاہئے۔

---

[۱] ولھن مثل الذی علیھن بالمعروف (بقرہ آیت ۲۸۸) یعنی عورتوں کا بھی حق ہے جیسا کہ مردوں کا ان پر حق ہے دستور کے موافق اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

عرب کے لوگ مکہ مکرمہ کی اور ذوالحجہ کی نیز یوم النحر کی بہت تعظیم کیا کرتے تھے۔ ان دِنوں اور جگہوں میں کسی کو نقصان نہیں پہنچایا کرتے تھے۔ اسی لئے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یوں فرمایا کہ جیسے ان تینوں کی حرمت کے قائل ہو اسی طرح مسلمانوں کے خون، مال اور آبرو کو ہر وقت ہر جگہ حرام سمجھو۔

(۲) دوسرا مضمون اس حدیث میں یہ ہے کہ جاہلیت کی تمام رسمیں اور طریقے اسلام میں منع ہیں۔ ان میں خاص طور سے ربوا (سود) ہے اور آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سب سے پہلے اپنے خاندان کے خون اور سود کے معاف ہونے کا اعلان فرمایا۔ امام نووی فرماتے ہیں کہ جو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرے اس کو یہ کام اپنے گھر اور رشتہ داروں سے شروع کرنا مناسب ہے۔ اس سے اس کی بات زیادہ قبول ہوگی۔

(۳) تیسرا مضمون اس حدیث میں زوجین کے حقوق سے متعلق ہے شوہروں کو یہ حکم ہے کہ وہ اپنی بیویوں کو عرف ورواج اور حیثیت کے مطابق روزی لباس وغیرہ دیں اور ان کے ساتھ حُسن سلوک کا معاملہ کریں۔ اللہ تعالیٰ نے بھی فرمایا[1] وعاشروھن بالمعروف الخ یعنی ان کے ساتھ گفتگو اور معاملات میں اخلاق اور سلوک سے معاملہ رکھو۔ جاہلیت میں جیسا ذلت اور سختی کا برتاؤ کیا جاتا تھا اس کو چھوڑ دو پھر اگر تم کو اپنی عورت کی کوئی خو اور عادت پسند نہ آئے تو صبر کرو شاید اس میں کوئی خوبی بھی ہو اور ممکن ہے تم کو ناپسندیدہ ہو کوئی چیز اور اللہ تعالیٰ اس میں تمہارے لئے کوئی بڑی منفعت دینی ودنیوی رکھ دے سو تم کو تحمل کرنا چاہئے اور بدخو کے ساتھ بدخوئی نہ کرنی چاہئے۔ (نساء آیت ۱۹) (فوائد شبیریہ)

دیکھئے اللہ تعالیٰ نے اس آیت کریمہ میں عورتوں کے بارے میں شوہروں سے سفارش فرمائی ہے کس طرح اللہ تعالیٰ ان کی حمایت کررہے ہیں۔ جو اللہ تعالیٰ کے اس حکم وسفارش کو قبول نہیں کرے گا وہ اللہ تعالیٰ سے ٹکرائے گا، اور جو اللہ تعالیٰ سے ٹکرائے گا وہ برباد ہوگا۔ الھم احفظنا منہ اسی لئے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عورتوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ سے ڈرو۔

ایک حدیث میں فرمایا۔ عورتیں پسلی کی ہڈی سے پیدا کی گئی ہیں، اور سب سے زیادہ ٹیڑھی پسلی کی ہڈی اوپر کی ہوتی ہے۔ (معلوم ہوتا ہے اسی اوپر والی پسلی سے پیدا ہوتی ہیں) تو اگر تم ان کو سیدھی کرنا چاہو گے تو توڑ ڈالو گے (یعنی طلاق ہو جائے گی) اور اگر چھوڑ دو گے تو ان میں ٹیڑھا پن رہے گا۔ تو ان سے ٹیڑھے پن کے ساتھ فائدہ اُٹھالو اور عورتوں کے بارے میں خیر کی میری وصیت کو یاد رکھو۔ (بخاری شریف جلد ۲، صفحہ ۷۷۹) معلوم ہوا ان کے مزاج میں کچھ ٹیڑھا پن ضرور رہے گا کیونکہ وہ ان کے مادہ اور فطرت میں ہے۔ لہٰذا صبر وتحمل سے کام لو اور نباہ کرلو۔ اگر کوئی ادا یا طریقہ ان کا تم کو پسند نہیں تو بھی اللہ تعالیٰ تم کو خیر دے سکتے ہیں کہ صالح اولاد تم کو عطا کر دیں یا صبر وتحمل کے بدلہ میں تم کو صحت وعافیت اور رزق کی وسعت عطا فرما دیں۔

عورتوں پر ظلم کرنے کا انجام بہت خطرناک ہوتا ہے۔ کبھی اللہ تعالیٰ دنیا ہی میں شوہر کو عذاب میں مبتلا کر دیتے ہیں۔ آخرت کا عذاب تو الگ رہا۔ ظلم تو یوں بھی مطلقاً خواہ کسی پر ہو بہت جلد عذاب کو لانے والی چیز ہے۔ **الظلم ادعیٰ شئ الی النِقمة** (حدیث ترمذی) **اتق دعوة المظلوم فانه لیس بینه و بین اللّٰه حجاب۔** (بخاری جلد ۱، صفحہ ۳۳۱)

اگر عورتوں میں نافرمانی کی صفت ہو تو ان کی اصلاح کا طریقہ بھی اللہ تعالیٰ نے بتایا ہے کہ ان کو نصیحت کرو یعنی اللہ ورسول کی باتیں سنا کر دین پر لانے کی کوشش کرو اس پر بھی نہ سنیں تو ان کو بستروں پر چھوڑ دو، اس پر بھی نہ مانیں تو ان کو مار سکتے ہو (ہلکی مار) (نساء آیت ۱۴)

یہ مارنا بھی جیسا کہ حدیث بتاتی ہے سخت نہیں ہونا چاہئے، تادیب کی مار صرف ماری جا سکتی ہے۔ جس سے نہ جسم پر نشان پڑے نہ ہڈی ٹوٹے۔

اوپر کی حدیث میں تو آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ٹیڑھے پن کے ساتھ ہی فائدہ اُٹھانے کی ترغیب دی ہے۔ اسی میں خیر ہے۔

ایک دفعہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ کی بندیوں کو مت مارو تو حضرت عمرؓ آئے کہ حضرت، عورتیں اپنے شوہروں پر جری ہوگئی ہیں تو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مارنے کی

اجازت دے دی۔ اس کے بعد بہت سی عورتیں ازواج مطہرات کے پاس اپنے شوہروں کی شکایت لے کر آئیں اس پر حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ لوگ اچھے نہیں ہیں۔ (مشکوٰۃ صفحہ ۲۸۲) اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا کہ مؤمنین میں کامل ایمان والے وہ لوگ ہیں جو اخلاق میں سب سے اچھے ہوں اور تم میں سب سے اچھے لوگ وہ لوگ ہیں جو اپنی بیویوں کے حق میں سب سے اچھے ہوں۔ (ایضاً) اور فرمایا تم میں سب سے بہتر وہ ہے جو اپنی بیوی کے حق میں سب سے بہتر ہو اور میں اپنی بیویوں کے حق میں سب سے بہتر ہوں۔ (ایضاً صفحہ ۲۸۱)

اور فرمایا کوئی اپنی بیوی کو غلام کی طرح نہ مارے (اس لئے کہ) پھر اس کے ساتھ دن کے آخر میں صحبت کرے گا۔ (بخاری و مسلم مشکوٰۃ صفحہ ۲۸۰) یعنی جس کے ساتھ ایسا تعلق رکھتا ہو اس کو غلام باندی کی طرح مارنا کیسے مناسب ہے۔

اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایسی نصیحتوں کی وجہ سے صحابۂ کرام بہت ڈرتے تھے۔ ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ عہدِ رسالت میں ہم عورتوں سے بات کرنے میں بھی ڈرتے تھے، بہت بے تکلف اور آزاد ہو کر بات نہیں کرتے تھے۔ اس ڈر سے کہ کہیں ہمارے بارے میں کوئی حکم نازل نہ ہو جائے۔ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد ہم نے بے تکلف بات کی۔

(بخاری جلد ۲، صفحہ ۷۷۹)

بیویوں کے ذمہ شوہروں کے حقوق

شریعتِ مطہرہ نے اجتماعی امور میں ہر ایک کو دوسرے کی رعایت کرنے کا حکم دیا ہے۔ تاکہ کسی پر ظلم نہ ہو، ہر ایک کا حق ادا ہو، اللہ تعالیٰ نے فرمایا **ولهن مثل الذی علیهن بالمعروف و للرجال علیهن درجة** (بقرہ آیت ۲۲۸) یعنی میاں بیوی ہر ایک کے ذمہ حقوق ہیں، مردوں کے لئے عورتوں پر جس طرح حقوق ہیں اسی طرح عورتوں کے لئے بھی مردوں پر حقوق ہیں، مردوں کو عورتوں پر فضیلت ہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے فرمایا **الرجال**

قوامون علی النساء بما فضّل اللّٰہ بعضھم علی بعض و بما انفقوا من اموالھم۔ (نساء آیت ۳۴) مرد حاکم ہیں عورتوں پر اس لئے کہ بڑائی دی اللہ نے بعض کو بعض پر اور اس لئے کہ خرچ کئے انہوں نے اپنے مال، تو نیک عورتیں تابعدار ہیں نگہبانی کرتی ہیں پیٹھ پیچھے اللہ کی حفاظت سے۔

عورتوں کے ذمہ شوہروں کا حق یہ ہے کہ ہر جائز امر میں ان کی اطاعت کریں۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ عورت اگر پانچ وقت کی نماز پڑھے، رمضان کا روزہ رکھے، اپنی شرم گاہ کی حفاظت کرے اور اپنے شوہر کی اطاعت کرے تو جنت کے جس دروازہ سے چاہے جنت میں داخل ہو، ایک حدیث میں ہے کہ اگر میں کسی کو حکم دیتا کہ کسی کو سجدہ کرے تو عورت کو حکم دیتا کہ اپنے شوہر کو سجدہ کرے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے شوہروں کا عورتوں پر یہ حق رکھا ہے۔ ایک حدیث میں ہے کہ شوہر اگر عورت کو اپنی ضرورت کے لئے بلائے تو اس کو آجانا چاہئے اگر چہ تنور پر (روٹی پکا رہی) ہو۔ ایک اور حدیث میں ہے کہ جس عورت کا انتقال اس حال میں ہو کہ اس کا شوہر اس سے راضی ہو وہ جنت میں جائے گی۔ ایک حدیث میں ہے کہ دنیا کی عورت جب اپنے شوہر کو ستاتی ہے تو جنت کی حورعین کہتی ہے کہ خدا تیرا برا کرے، تیرے پاس تو یہ مہمان ہے۔ جلد ہمارے پاس آجانے والا ہے۔

(یہ سب حدیثیں مشکوۃ صفحہ ۲۸۱۔ ۲۸۲ سے لی گئی ہیں)

اس طرح کی بہت سی حدیثیں ہیں جن میں عورتوں کو یہ حکم دیا گیا ہے کہ وہ شوہروں کی اطاعت کریں البتہ یہ حکم صرف جائز کاموں میں ہے۔ اگر شوہر کسی خلافِ شرع کام کرنے کو کہے تو اس میں شوہر کی اطاعت جائز نہیں۔ اللہ تعالیٰ سب سے بڑے ہیں ان کے حکم کے خلاف کسی کی بات نہیں سنی جائے گی۔

سود کے بارے میں

سود کی حرمت قطعی ہے قرآن کریم میں متعدد آیات سود کی حرمت میں نازل ہوئی ہیں۔ اور احادیث میں بھی بڑی سختی کے ساتھ روکا گیا ہے۔ لیکن آج کا نظامِ زندگی چونکہ زیادہ تر یہود و

نصاریٰ کے ماتحت ہے اس لئے بہت سے مسلمان بھی اس میں طوعًا و کرہًا مبتلا ہیں۔ ذیل کی احادیث غور سے پڑھنی چاہئیں۔

حضرت جابرؓ نے فرمایا کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سود کھانے والے، کھلانے والے اور اس کے گواہ اور اس کے کاتب پر لعنت بھیجی اور فرمایا کہ یہ سب برابر ہیں۔ (مسلم) اور فرمایا جو آدمی ربوا کا ایک درہم جان کر کھائے وہ ۳۶ بار کے زنا سے بدتر ہے۔ اور فرمایا جو گوشت حرام سے بڑھے وہ جہنم کے لائق ہے۔ (احمد بیہقی) ربوا کے ۷۰ جز ہیں ان میں ادنیٰ ماں سے زنا کرنے کے برابر ہے۔ (ابن ماجہ) شبِ معراج میں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا کہ کچھ لوگوں کے پیٹ گھر کی طرح ہیں اور ان میں سانپ نظر آرہے ہیں۔ پوچھنے پر حضرت جبرئیل علیہ السلام نے بتایا کہ یہ سود خوار لوگ ہیں۔ (یہ سب روایتیں مشکوۃ صفحہ ۲۴۶۔۲۴۴ سے لی گئی ہیں)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خواب میں دیکھا (اور انبیاء کا خواب وحی ہوتا ہے) کہ سود خوار خون کی نہر میں ہے اور ایک فرشتہ وہ جب نکلتا ہے تو اس کے منہ پر پتھر مارتا ہے جس سے پھر وہ نہر کے بیچ میں چلا جاتا ہے۔ (بخاری شریف جلد ۱، صفحہ ۱۸۵)

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور ربوا چھوڑ دو اگر تم مؤمن ہو اور اگر نہیں چھوڑتے تو اللہ سے اور اس کے رسول سے لڑنے کو تیار ہو جاؤ اور فرمایا قیامت کے دن سود کھانے والے اس طرح اُٹھیں گے جیسے وہ اُٹھتا ہے جس کو شیطان یا جن نے لپٹ کر بدحواس کر دیا ہو اور فرمایا جس کو یہ نصیحت پہنچی اور اس نے چھوڑ دیا تو اس کے واسطے وہ ہے جو پہلے ہو چکا اور اس کا معاملہ اللہ کے حوالے ہے۔ اور پھر ایسا کرے تو وہی لوگ جہنم والے ہیں وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے اور اخیر میں فرمایا۔ ایسے دن سے ڈرو جس میں تم اللہ کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔ پھر ہر نفس کو پورا بدلہ دیا جائے گا اور ان پر کوئی ظلم نہ ہوگا۔

(البقرہ آیت ۲۷۵ سے ۲۸۱ تک)

قرآن کی یہی آیت بقرہ ۲۸۱ سب سے آخر میں نازل ہوئی۔ **کما قال ابن عباسؓ**

(بخاری شریف جلد ۱، صفحہ ۲۸۰)

حدیث ۲: امام ترمذیؒ نے حضرت جابرؓ سے روایت کیا وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو میں نے حج میں عرفہ کے دن دیکھا کہ اپنی اونٹنی قصویٰ پر سوار ہو کر فرمارہے تھے اے لوگو! میں تم میں ایسی چیز چھوڑ کر جارہا ہوں کہ اگر ان کو پکڑے رہو گے تو ہرگز گمراہ نہ ہو گے اللہ تعالیٰ کی کتاب اور میرے خاندان والے۔ ترمذی نے فرمایا یہ حدیث حسن غریب ہے۔

(ترمذی مع العرف الشذی جلد ۲، صفحہ ۲۱۹)

انتباہ: دوسری ایسی حدیثیں بھی آرہی ہیں جن میں کتاب اللہ کے ساتھ حدیثِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر ہے۔ (متدرک جلد ۱، صفحہ ۹۳ مشکوۃ صفحہ ۳۱)

حدیث ۳: امام ترمذیؒ نے حضرت جُنادہ سلولیؓ سے روایت کیا ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حجۃ الوداع میں دیکھا کہ عرفہ میں کھڑے ہیں ایک دیہاتی نے آکر آپؐ کی چادر کے کنارے کو پکڑ کر سوال کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو دیا۔ اس وقت سوال کرنا حرام کر دیا گیا۔ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کسی مالدار یا صحیح الاعضاء طاقتور کے لئے جائز نہیں ہے کہ سوال کرے۔ ہاں کوئی ایسی محتاجی میں پڑ جائے جو اس کو زمین پر سلا دے (یعنی اس کے پاس کچھ نہ رہے) یا کسی بھاری قرض میں مبتلا ہو جائے تو اس کے لئے سوال جائز ہے۔ (لیکن بقدر ضرورت) جو کوئی اس لئے سوال کرے کہ اس سے اپنا مال بڑھائے تو یہ سوال قیامت کے دن اس کے چہرہ پر خراش بن کر اور ایسا گرم پتھر بن کر آئے گا جس کو وہ کھائے گا اب جس کا جی چاہے کم کرے یا زیادہ۔ ترمذی نے فرمایا یہ حدیث غریب ہے۔ (ترمذی جلد ۱، صفحہ ۱۴۱) یہ حدیث ضعیف بھی ہے اس لئے کہ اس میں ایک راوی مجالد بہت غلطی کرنے والے ہیں۔

(ترمذی جلد ۱، صفحہ ۱۴۱، ۲۲۲)

لیکن بغیر مجبوری کے سوال کرنے کی مذمت دوسری معتبر روایتوں میں بھی آئی ہے اگرچہ ان میں حجۃ الوداع کا ذکر نہیں۔ (دیکھئے ترمذی جلد ۱، صفحہ ۱۴۱) اس لئے زکوۃ مانگنا بھی جائز نہیں الا یہ کہ مجبوری ہو۔

---

[۱] اس مضمون کی حدیث ابن مسعودؓ سے ابن ماجہ میں بھی مروی ہے۔ کما یاتی

حدیث ۴: امام طبرانی نے المعجم الکبیر میں حضرت ابو امامہ صُدَیّ بن عجلان باہلیؓ سے روایت کیا ہے وہ فرماتے ہیں کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم حجۃ الوداع میں ایک اونٹنی پر سوار ہو کر تشریف لائے یہاں تک کہ عرفہ کے دن لوگوں کے بیچ میں کھڑے ہوئے اور فرمایا یہ کون سا دن ہے؟ لوگوں نے کہا عرفہ کا محترم دن ہے (پھر پوچھا) کون سا مہینہ ہے؟ لوگوں نے کہا محترم مہینہ ہے پوچھا کون سا شہر ہے؟ لوگوں نے کہا محترم شہر میں۔ فرمایا تمہارے مال اور آبرو اور خون تم پر ایسے ہی حرام ہیں جیسے تمہارا یہ دن، یہ محترم مہینہ اور شہر ہیں۔ دیکھو ہر نبی کی دعا گذر چکی صرف میری دعا رہ گئی ہے جو میں نے قیامت کے دن کے لئے بچا رکھی ہے۔ ان سب کے بعد (سنو) کہ انبیاء کرام (اپنی اپنی امتوں پر) فخر کریں گے۔ تم مجھے رسوا نہ کرنا۔ میں تمہارے لئے حوض کے دروازہ پر بیٹھوں گا۔

حضرت ابو امامہ کی ایک اور روایت میں یوں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حجۃ الوداع کے دن اپنی قصویٰ اونٹنی کے پائے دان میں دونوں پاؤں رکھے ہوئے تھے اور ایک ہاتھ پالان کے اگلے حصہ پر اور دوسرا اس کے پچھلے حصہ پر رکھ کر اونچے ہو رہے تھے اور فرما رہے تھے اے لوگو خاموش رہو۔ شاید اس سال کے بعد مجھے نہیں دیکھ سکو گے پھر وہ بات ارشاد فرمائی جو اوپر گذری۔ (یہ سب طبرانی کی کبیر کی روایتیں ہیں اس کے سب رجال ثقہ ہیں صرف ایک روای مدلِّس ہیں)۔ (مجمع الزوائد و منبع الفوائد للهيثمی جلد ۳، صفحہ ۲۷۳)

حدیث ۵: امام ابن ماجہ نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے نقل کیا وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عرفات میں اپنی کان کٹی ہوئی (یعنی چھوٹے کان والی) اونٹنی پر کھڑے ہوئے اور فرمایا۔ یہ کون سا دن کون سا مہینہ اور کون سا شہر ہے لوگوں نے کہا یہ محترم شہر محترم مہینہ اور محترم دن ہے۔ فرمایا خبردار ہو جاؤ۔ تمہارے مال تمہارے خون تم پر ایسے حرام ہیں جیسے تمہارا یہ مہینہ تمہارے اس شہر اور دن میں۔ خبردار ہو جاؤ میں حوض پر تم سے پہلے پہنچ جاؤں گا اور تمہارے ذریعہ دوسری امتوں پر فخر کروں گا۔ تم میرا چہرہ کالا نہ کرنا خبردار! میں کچھ لوگوں کو بچاؤں گا (یعنی سفارش کر کے جہنم سے) اور کچھ لوگ مجھ سے دور کئے جائیں گے

میں کہوں گا اے میرے رب یہ میرے کچھ ساتھی ہیں اللہ تعالیٰ فرمائیں گے آپ کو معلوم نہیں ان لوگوں نے آپؐ کے بعد کیا نیا طریقہ ایجاد کیا۔ ابن ماجہ نے فرمایا یہ حدیث غریب ہے مسند احمد میں یہ حدیث ہے۔ (حیاۃ الصحابہ جلد ۳، صفحہ ۴۰۴)

فائدہ: اس حدیث میں امت کے لئے بڑی عبرت اور نصیحت ہے، اگر امت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ چھوڑ کر غیروں کا طریقہ اختیار کرے گی، نافرمانی اور گناہوں سے باز نہیں آئے گی، گناہ ہو جانے پر توبہ واستغفار نہیں کرے گی۔ اسی حال پر موت آجائے گی اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے جہنم میں جائے گی تو آپؐ کو کتنا دُکھ اور آپؐ کو کتنا صدمہ ہوگا۔ اس لئے ہم سب کو سنت کا طریقہ اختیار کرنا چاہئے، بدعات اور گناہوں سے دور رہنا چاہئے اگر غلطی ہو جائے تو فوراً توبہ کر لینی چاہئے۔ گناہوں سے دور رہنے کا بہترین طریقہ اچھے لوگوں میں رہنا۔ نیک ماحول میں رہنا اور نیک کاموں میں مشغول رہنا ہے۔ دوسرے مسلمانوں کے بارے میں بھی اسی کی کوشش کرنی چاہئے کہ سنت کا طریقہ اختیار کریں گناہوں سے دور رہیں۔ اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے تعلق اور محبت کا تقاضا بھی یہی ہے صرف اپنی فکر کر لینا کافی نہیں، دوسروں کی نجات کی فکر کرنا بھی اپنی ہی فکر میں داخل ہے اس لئے کہ شریعت نے جب ہم کو دوسروں کی فکر کا مکلّف بنایا ہے اور اس کا حکم دیا ہے تو قیامت کے دن اس کا بھی سوال ہوگا۔ اور اس ذمہ داری کو پورا نہ کرنے کی صورت میں مواخذہ بھی ہو سکتا ہے۔ **اللھم احفظنا منہ۔**

خطبات ایامِ نحر

حدیث ۶: امام بخاریؒ نے حضرت ابوبکرہ (نفیع بن حارث ثقفی) رضی اللہ عنہ سے روایت کیا وہ فرماتے ہیں کہ یوم النحر (دسویں ذی الحجہ) کو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو خطبہ دیا اس میں فرمایا کہ زمانہ گھوم کر اپنی اُس ہیئت پر آ گیا ہے جس ہیئت پر آسمان وزمین کی پیدائش کے دن تھا۔ سال کے بارہ مہینے ہیں ان میں چار مہینے محترم ہیں۔ تین مسلسل ذوالقعدہ، ذوالحجہ اور محرم

(اور چوتھا) مُضر (قبیلہ) کا رجب، جو جمادیٰ اور شعبان کے درمیان ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کون سا مہینہ ہے؟ ہم نے کہا اللہ ورسولہٗ اعلم۔ آپؐ خاموش رہے۔ ہم نے سمجھا شاید کوئی دوسرا نام رکھیں گے۔ فرمایا کیا ذوالحجہ نہیں؟ ہم نے کہا جی ہاں۔ آپؐ نے فرمایا کون سا شہر ہے یہ؟ ہم نے کہا اللہ ورسولہٗ اعلم۔ آپؐ خاموش رہے۔ ہم نے سمجھا شاید کوئی اور نام دیں گے۔ فرمایا کیا یہ البلدۃ نہیں؟ ہم نے کہا جی ہاں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کون سا دن ہے یہ؟ ہم نے کہا اللہ ورسولہٗ اعلم۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم خاموش رہے۔ یہاں تک کہ ہم نے سمجھا کہ شاید کوئی دوسرا نام رکھیں گے۔ فرمایا کیا یہ یوم النحر نہیں؟ ہم نے کہا جی ہاں۔ آپؐ نے فرمایا تمہارے خون اور مال اور آبرو تم پر اسی طرح حرام ہیں جیسے تمہارا یہ دن تمہارے اس مہینہ اور اس شہر میں اور تم اپنے رب سے ملنے والے ہو وہ تم سے تمہارے اعمال کے بارے میں پوچھنے والا ہے۔ خبردار میرے بعد گمراہ مت ہو جانا کہ بعض بعض کی گردن مارے۔ خبردار حاضرین کو چاہئے کہ غائبین تک (میری باتیں) پہنچائیں۔ شاید جن تک بات پہنچائی جائے ان میں سے بعض پہنچانے والوں میں سے بعض سے زیادہ یاد رکھنے والے ہوں۔ محمد بن سیرین (حدیث کے راوی) جب اس کو ذکر کرتے تو فرماتے محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے سچ فرمایا۔ پھر حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا میں نے تبلیغ کر دی؟ دو مرتبہ یہ پوچھا (اور بعض روایتوں میں ہے کہ تین مرتبہ) لوگوں نے کہا ہاں۔ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ یا اللہ گواہ ہو جا۔

(بخاری جلد ۱، صفحہ ۲۳۴، جلد ۲، صفحہ ۶۳۲ اور ۸۳۳)

حدیث ۷: امام بخاری نے حضرت ابن عمرؓ سے روایت کیا وہ فرماتے ہیں ہم حجۃ الوداع کی بات حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں کیا کرتے تھے لیکن جانتے نہیں تھے کہ حجۃ الوداع کیا ہے۔ دسویں ذی الحجہ کو جمرات کے درمیان آپؐ نے خطبہ دیا۔ حمد وثناء کے بعد مسیح دجال کا تذکرہ فرمایا اور لمبا تذکرہ فرمایا۔ ہر نبی نے اپنی امت کو اس سے ڈرایا۔ نوح علیہ السلام نے بھی اور ان کے بعد کے نبیوں نے بھی، وہ تم میں نکلے گا۔ اگر اس کی کوئی بات تم پر پوشیدہ ہو تو ہو لیکن یہ بات پوشیدہ نہیں کہ تمہارا رب اعور (کانا) نہیں۔ وہ داہنی آنکھ کا کانا ہوگا گویا کہ اس کی

آنکھ اُبھرا ہوا انگور ہے۔ (پھر خون اور مال کی حرمت بیان فرمائی)۔ اور پھر فرمایا میرے بعد کافر مت ہو جانا کہ بعض بعض کی گردن مارو۔ آپؐ نے فرمایا یہ حج اکبر کا دن ہے۔ لوگوں سے پوچھا کیا میں نے تبلیغ کر دی لوگوں نے کہا ہاں اسی طرح تین دفعہ پوچھا اور لوگوں نے تینوں دفعہ جواب دیا۔ آپ نے تینوں دفعہ فرمایا۔ یا اللہ گواہ ہو جا۔ اس سفر میں آپؐ نے لوگوں کو رخصت کیا تو لوگوں نے کہا یہ حجۃ الوداع ہے۔ (بخاری جلد ۲، صفحہ ۱۰۰، ۲، ۶۳۲، جلد ۱، صفحہ ۲۳۵)

حدیث ۸: امام بخاریؒ نے فرمایا ابن عباسؓ سے روایت کیا وہ فرماتے ہیں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دسویں تاریخ کو خطبہ دیا۔ اس میں بار بار مسلمانوں کے خون، مال اور آبرو کی حرمت بیان فرمائی اور سر اُٹھا کر فرمایا۔ یا اللہ گواہ ہو جا، یا اللہ گواہ ہو جا۔ ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ واللہ یہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وصیت تھی کہ فرمایا چاہیئے کہ جو حاضر ہے غائب تک پہنچائے۔ میرے بعد کافر مت ہو جانا کہ بعض بعض کی گردن مارے۔ (بخاری جلد ۱، صفحہ ۲۳۴)

فائدہ: یہ مضمون بہت سی احادیث میں آیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دسویں ذی الحجہ کے خطبہ میں فرمایا۔ ''جو حاضر ہیں وہ غائبین تک میری باتیں پہنچا دیں'' یہ بات آپؐ نے فتح مکہ کے بعد ۸ھ میں جو خطبہ دیا تھا اس میں بھی فرمائی تھی اور صحابۂ کرامؓ جب حضرتؐ کے گھر ملنے کے لئے آتے تو ان سے بھی فرماتے کہ غائبین تک یہ بات پہنچا دیں۔ (شمائل ترمذی صفحہ ۲۲)

معلوم ہوا کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ حکم صحابۂ کرامؓ کو مجمع میں بھی دیا اور انفرادی طور پر بھی، اور حجۃ الوداع میں یہ حکم بطور وصیت کے تھا اسی لئے ابن عباسؓ نے قسم کھا کر فرمایا کہ یہ آپؐ کی وصیت تھی۔ حافظ ابن حجرؒ نے فتح الباری میں لکھا ہے کہ اس سے مراد یہی آخری جملہ ہے۔ جس میں تبلیغ کا حکم ہے۔

امت کو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ وصیت یاد رکھنی چاہیئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم صحابۂ کرامؓ کو ایسے کام میں مشغول رکھتے تھے جس سے ان کی بھی اصلاح ہو اور امت کی بھی اور آپؐ کے نزدیک وہی صحابی سب سے افضل تھے جن کی خیر خواہی سب سے عام ہو، اور وہ صحابی سب سے اونچے درجہ کے تھے جو سب سے اچھے غم خوار اور ہمدرد ہوں۔ (شمائل صفحہ ۲۲۔۲۳)

اگر صحابۂ کرامؓ میں یہ عمومی جذبۂ خیر خواہی اور ہمدردی نہ ہوتا تو لوگوں کی اصلاح وہدایت کے لئے جان ومال کی قربانی نہ دیتے۔ ان کے اسی جذبۂ ایثار وقربانی کی برکت سے اسلام پوری دنیا میں پھیلا، آج امت میں اس کی بہت کمی ہے جس کے نتیجے میں اسلام کے پھیلنے کی رفتار بہت سست ہے، بلکہ اسلام مسلمانوں میں بہت کمزور ہو گیا ہے بہت سا حصہ تعلیمات اسلامیہ کا مسلمانوں کی زندگی سے نکل گیا ہے، اس سے بھی زیادہ یہ کہ بہت سے مسلمان بھی اسلام سے نکل رہے ہیں۔ العیاذ باللہ

مسلم میں حضرت ابوسعید خدریؓ سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو بھی تم میں سے کوئی منکر دیکھے اس کو اپنے ہاتھ سے بدلے، اگر اس کی طاقت نہ ہو تو زبان سے، اگر اس کی بھی طاقت نہ ہو تو دل سے (بدلنے کی فکر رکھے) اور یہ سب سے ضعیف ایمان ہے۔ (مسلم مع النووی جلد ۱، صفحہ ۵۲) مسلم ہی میں حضرت ابن مسعودؓ سے مروی ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھ سے پہلے جتنے نبی اللہ تعالیٰ نے بھیجے ان کی امت میں خاص لوگ تھے جو ان کی سنت کی پیروی کرتے تھے اور ان کی بات مانتے تھے (مطلب یہ کہ میری امت میں بھی ایسا ہی ہوگا) پھر بعد میں ایسے لوگ آتے ہیں جو کہتے وہ ہیں جو کرتے نہیں اور کرتے وہ ہیں جن کا حکم نہیں (یعنی بدعمل ہیں) تو جو ان کے ساتھ مجاہدہ کرے وہ بھی مومن ہے، اور جو دل سے مجاہدہ کرے وہ بھی مومن ہے اور اس کے بعد رائی کے دانہ کے برابر بھی ایمان نہیں۔ (مسلم جلد ۱، صفحہ ۵۳)

امام نوویؒ اس کی شرح میں فرماتے ہیں کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر صرف حکام اور والیوں کے لئے نہیں ہے بلکہ عام مسلمانوں کے لئے بھی ہے۔ اس کی دلیل اجماع ہے۔ سلف کے زمانہ میں غیر والی بھی یہ کام کرتے تھے، اور مسلمان اس پر نکیر نہیں کرتے تھے۔ اور لکھتے ہیں کہ اس خیال سے یہ حکم ساقط نہیں ہوتا ہے کہ لوگ نہیں مانیں گے بلکہ نصیحت کرنا ضروری ہے اس لئے کہ نصیحت مؤمن کو نفع پہنچاتی ہے۔ اور منوانا ہمارا کام نہیں، ہمارا کام امر ونہی ہے۔ مزید لکھتے ہیں۔

علماء فرماتے ہیں کہ امر ونہی میں یہ بھی ضروری نہیں وہ کامل ہو، تمام حکموں پر عمل کرتا ہو اور تمام گناہوں سے پرہیز کرتا ہو۔ بلکہ اس کے ذمہ حکم دینا ہے اگرچہ وہ مامورات پر پورے طور

پر عمل پیرانہ ہو اور اس کے ذمہ نہی عن المنکر ہے اگرچہ وہ خود منکر کرتا ہو اس لئے کہ آدمی کے ذمہ دو چیزیں واجب ہیں، (۱) اپنے نفس کو حکم دینا اور روکنا، (۲) دوسرے کو حکم دینا اور روکنا تو ایک میں خلل کرنے سے دوسرے میں خلل کرنا جائز نہیں۔ بندہ عرض کرتا ہے کہ یہی بات تفسیر بیضاوی اور دوسری بہت سی تفسیروں میں لکھی ہوئی ہے انتہی کلام النووی دیکھئے **اتأمرون الناس بالبر وتنسون انفسکم** الآیۃ کی تفسیر (بقرہ آیت ۴۴)

امام نوویؒ لکھتے ہیں آیت کریمہ **علیکم انفسکم لا یضر کم من ضل اذا اهتدیتم** (مائدہ آیت ۱۰۵) ترجمہ: تم اپنی حفاظت کرو، گمراہوں سے تم کو کوئی نقصان نہیں ہوگا جبکہ تم ہدایت یافتہ رہو گے۔ یہ آیت ہماری بات کے خلاف نہیں کیوں کہ اس آیت کا صحیح مطلب یہ ہے کہ جب تم اپنی ذمہ داری پوری کرلو اور گناہ کرنے والے نہ مانیں تو اب تم پر کوئی ملامت نہیں کیونکہ تم نے اپنی ذمہ داری پوری کر لی تمہارا کام کہنا ہے نہ کہ منوانا۔ پھر آگے لکھتے ہیں کہ جان لو امر بالمعروف نہی عن المنکر کا یہ باب بہت زمانہ سے تقریباً ضائع ہو چکا ہے اس زمانہ میں اس کی چند رسمیں رہ گئی ہیں، یہ بہت عظیم باب ہے۔ اسی پر امر دین کا مدار اور قیام ہے اور جب خباثت عام ہوگی تو عذاب نیک اور برے ہر ایک پر آئے گا، جب ظالم کا ہاتھ نہیں پکڑیں گے تو جلد ہی عام عذاب آئے گا اس لئے جو لوگ اللہ تعالیٰ کے حکم کی مخالفت کرتے ہیں ان کو ڈرنا چاہئے کہیں کوئی فتنہ ان کو نہ پکڑ لے یا عذاب الیم نہ آجائے۔ اس لئے جو آخرت کا طالب ہو اور اللہ تعالیٰ کی رضا کا طالب ہو اس کو اس کام کا بہت اہتمام کرنا چاہئے اس لئے کہ اس کا نفع عظیم ہے۔ الخ (صفحہ ۵۱) ساتویں صدی ہجری کے اس عظیم محدث فقیہ صوفی کی نصیحت کو غور سے پڑھئے اور اپنے زمانہ کا حال دیکھئے۔

اللہ تعالیٰ بے انتہا رحمت و مغفرت نازل فرمائے حضرت مولانا محمد الیاس کاندھلویؒ پر جنہوں نے صرف تقریر سے نہیں بلکہ عمل سے کتاب وسنت کے اس عظیم باب کو خود زندہ کیا اور توفیق الٰہی سے ایسی تحریک چلائی کہ ہزاروں لاکھوں مسلمانوں نے اس متروک فریضہ کو اپنی زندگی کا جزو بنالیا۔ بقول مولانا محمد یوسف بنوریؒ اگر امت کی اکثریت یا بڑی کثرت اس کام کو اپنا لے تو امت کا بیڑا پار ہوسکتا ہے۔ **واللہ یقول الحق وھو یھدی السبیل**۔

اس موضوع پر اگر نصوص کو اور علماء امت کے اقوال کو ذکر کیا جائے تو ایک ضخیم کتاب تیار ہو جائے گی۔ لیکن ظاہر ہے کہ یہ عملی چیز صرف کتاب لکھنے سے وجود میں نہیں آئے گی۔ عمل میں لانے سے عمل میں آئے گی۔ اللہ تعالیٰ مجھے بھی اس کی توفیق دے اور ہر اُمتی کو بھی۔ (آمین)

وما ذالك على الله بعزيز۔

حدیث ۹: امام نوویؒ نے حضرت ابوامامہؓ سے نقل کیا وہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا خطبہ دسویں تاریخ کو سنا۔ (ابوداؤد صفحہ ۲۶۹)

حضرت ابوامامہ سے ترمذی میں کئی روایتیں مروی ہیں۔ ایک میں یہ ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع کے سال خطبہ میں فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے ہر صاحب حق کو اس کا حق دے دیا ہے اس لئے وارث کے لئے وصیت نہیں۔ لڑکا اس کا ہوگا جس کے بستر پر پیدا ہوا۔ زانی کو پتھر ملے گا اور حساب اللہ تعالیٰ کے ذمہ ہوگا اور جو اپنے باپ کے سوا کسی اور کی طرف نسبت کرے یا اپنے آقا کے سوا کسی اور کی طرف منسوب ہو اس پر اللہ کی لعنت ہو قیامت کے دن تک کے لئے۔ کوئی عورت اپنے شوہر کے مال سے کچھ خرچ نہیں کر سکتی پوچھا گیا کھانا بھی نہیں؟ فرمایا یہ ہمارا سب سے افضل مال ہے اور فرمایا۔ عاریت ادا کی جائے گی اور دودھ کا جانور (جو صرف دودھ پینے کے لئے دیا گیا ہے) وہ بھی واپس کیا جائے گا۔ اور دَین (قرض) ادا کرنا ہوگا اور کفیل بھی مقروض ہے۔ ترمذی نے فرمایا یہ حدیث حسن ہے۔ (ترمذی جلد ۲، صفحہ ۳۲)

ایک روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اپنے رب اللہ سے ڈرو، پانچ وقت کی نماز پڑھو مہینہ (رمضان) کا روزہ رکھو۔ اپنے مال کی زکوٰۃ دو اپنے امیر اور حاکم کی اطاعت کرو۔ اپنے رب کی جنت میں داخل ہو جاؤ۔ ابوامامہؓ کے شاگرد نے پوچھا کتنے عرصہ پہلے آپ نے یہ حدیث سنی؟ فرمایا جب کہ میں ۳۰ سال کا تھا۔ (ترمذی نے فرمایا یہ حدیث حسن صحیح ہے صفحہ ۱۳۴) حاکم نے فرمایا یہ حدیث مسلم کی شرط پر ہے (مستدرک جلد ۱، صفحہ ۴۷۳) اس مضمون کی روایت ابوقیلہ سے بھی مروی ہے اس کے شروع میں یہ بھی ہے **لا نبی بعدی ولا امة بعدکم** (مجمع جلد ۳، صفحہ ۲۷۶) میرے بعد کوئی نبی نہیں اور تمہارے بعد کوئی امت نہیں۔

حدیث ۱۰ : امام مسلم نے حضرت جابرؓ سے روایت کیا وہ فرماتے ہیں کہ آپؐ دسویں تاریخ کو رمی فرما رہے تھے۔ مجھ سے حج کے مناسک سیکھ لو شاید اس کے بعد میں حج نہ کر سکوں۔ (مسلم جلد ۱، صفحہ ۴۱۹) اسی وجہ سے اس کو حجۃ الوداع کہا گیا۔ (نووی) یہ مضمون عبداللہ بن عمرو بن العاص سے بھی طبرانی کی اوسط و کبیر میں مروی ہے۔ جس کی سند میں بعض غیر معروف راوی ہیں۔ (مجمع جلد ۳، صفحہ ۲۷۶) اور سرّاء بنت نبہان سے بھی طبرانی کی اوسط میں مروی ہے جس کے رجال ثقہ ہیں۔ (مجمع جلد ۳، صفحہ ۲۷۶) ابو امامہؓ سے بھی مروی ہے۔ (مجمع جلد ۳، صفحہ ۲۷۴)

خطبۂ حجۃ الوداع (خواہ کسی بھی جگہ دیا گیا ہو)

حدیث ۱۱ : امام مسلمؒ نے حضرت ام الحصین احمسیہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا وہ فرماتی ہیں کہ میں نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حج کیا۔ میں نے دیکھا کہ جب آپؐ جمرۂ عقبہ کی رمی سے فارغ ہوئے۔ اونٹنی پر سوار تھے ساتھ میں بلالؓ اور اُسامہؓ تھے ایک حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اونٹنی کو کھینچ رہا تھا اور دوسرا اپنا کپڑا دھوپ سے بچانے کے لئے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سر پر سایہ کئے ہوئے تھا اس وقت حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بہت سی باتیں بیان فرمائیں یہ بھی فرمایا کہ اگر تم پر حبشی غلام ناک کٹا ہوا (یعنی انتہائی معمولی) بھی امیر بنا دیا جائے تو اس کی بات ماننا اگر کتاب اللہ سے وہ تمہاری قیادت کرتا ہو۔ (مسلم جلد ۱، صفحہ ۴۱۹)

ترمذی میں بھی یہ روایت مذکور ہے اس میں یوں ہے فرماتی ہیں کہ حجۃ الوداع میں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ دے رہے تھے۔ آپؐ پر ایک چادر تھی، اپنی بغل کے نیچے سے اس کو لپیٹے ہوئے تھے۔ میں حضرت کے بازو کے پٹھے کو دیکھ رہی تھی کہ ہل رہا تھا۔ آپؐ فرما رہے تھے اے لوگو! اللہ سے ڈرو (پھر وہ فرمایا جو مسلم میں مذکور ہے)۔ (ترمذی جلد ۱، صفحہ ۳۰۰)

حدیث ۱۲ : امام ترمذیؒ نے حضرت عمرو بن الاحوصؓ سے خطبۂ حجۃ الوداع کئی جگہ روایت کیا ہے۔ ایک روایت میں ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں سے پوچھا یہ کون سا دن ہے؟ لوگوں نے کہا حج اکبر کا دن۔ فرمایا تمہارے خون اور مال اور آبرو تم پر حرام ہیں جیسے تمہارا یہ دن

تمہارے اس شہر میں۔خبردار کوئی جرم کرنے والا نہیں جرم کرے گا مگر اپنے ہی اوپر۔کسی کے جرم کا وبال اس کے باپ یا بیٹے پر نہیں ہوگا۔(بلکہ خود مجرم کے اوپر ہوگا) خبردار شیطان ہمیشہ کے لئے اس سے مایوس ہوگیا کہ اس کی عبادت کی جائے (یعنی شرک اور بت پرستی ہو) لیکن جن کو تم چھوٹا گناہ سمجھتے ہو ان میں اس کی اطاعت ہوگی۔وہ اس پر خوش ہو جائے گا۔یہ حدیث حسین صحیح ہے۔

(ترمذی جلد ۲، صفحہ ۳۹)

ایک دوسری روایت میں انہی سے مروی ہے، فرماتے ہیں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حجۃ الوداع میں میں بھی شریک تھا۔آپؐ نے اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء کی اور وعظ فرمایا، نصیحت فرمائی۔لمبی حدیث ذکر کی جس میں یہ بھی ہے۔خبردار عورتوں کے بارے میں خیر کی نصیحت یاد رکھو۔وہ تمہارے یہاں قیدی (کی طرح) ہیں تم ان سے اس کے سوا کے مالک نہیں۔الا یہ کہ کوئی کھلا گناہ کریں تو ان کو بستروں پر چھوڑ دو اور ان کو ہلکی مار (تادیب کے لئے) مارو پھر اگر مان جائیں تو ان پر کوئی زیادتی مت کرو۔سن لو تمہارا، تمہاری بیویوں پر حق اور تمہاری بیویوں کا تم پر حق ہے۔تمہارا حق بیویوں پر یہ ہے کہ تمہارے بستروں پر ایسے شخص کو نہ آنے دیں جن کو تم ناپسند کرتے ہو اور ایسے شخص کو تمہارے گھروں میں نہ آنے دیں جن کو تم ناپسند کرتے ہو۔اور ان کا حق تمہارے اوپر یہ ہے کہ ان کو کھانا، اور لباس دینے میں ان کے ساتھ احسان کرو۔یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

(ترمذی جلد ۱، صفحہ ۲۲۰)

حدیث ۱۳: حاکم نے حضرت ابن عباسؓ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ ولم نے حجۃ الوداع میں خطبہ دیا تو فرمایا۔شیطان اس بات سے مایوس ہوگیا ہے کہ تمہاری اس زمین میں اس کی عبادت کی جائے۔(یعنی عرب میں بت پرستی ہو) لیکن وہ اس بات پر راضی ہے کہ اس کے سوا گناہ جن کو تم حقیر سمجھتے ہو ان میں اس کی اطاعت کی جائے۔(بعض میں ہے کہ تم کو لڑانے پر راضی ہو جائے گا۔مسند احمد) تو اے لوگو! ہوشیار رہو (شیطان کی اطاعت سے بچو) میں تم میں ایسی چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں کہ ان کو اگر پکڑے رہو گے تو کبھی ہرگز گمراہ نہ ہو گے اللہ کی کتاب اور اس کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت۔(مستدرک حاکم جلد ۱، صفحہ ۹۳) حاکم نے

فرمایا۔امام بخاریؒ نے مکہ مکرمہ سے استدلال کیا ہے۔ مسلم نے ابواُویس سے اور بقیہ روایات متفق علیہ ہیں۔ابوہریرہؓ سے بھی کتاب وسنت کے ترک کی بات اسی صفحہ جلد ا صفحہ ۹۳ میں مروی ہے۔

فائدہ: اس میں گناہوں سے بچنے کی تاکید کی گئی ہے اور یہ کہ کسی گناہ کو صغیرہ سمجھ کر اس کا ارتکاب مت کرو۔ یہ بھی مولیٰ اور آقا کی نافرمانی اور شیطان کو خوش کرنا ہے۔شیطان صغیرہ گناہ بار بار کرائے گا، تا کہ کبیرہ بن جائے۔اور چونکہ وہ معمولی سمجھا جائے گا اس لئے آدمی اس سے توبہ بھی نہیں کرے گا۔ یہ شیطان کی چال ہے، اس سے بہت ہوشیار رہنا چاہئے۔اور اس حدیث میں کتاب وسنت کو مضبوطی سے پکڑنے کا حکم ہے۔یہی دو چیزیں ایسی ہیں جن کے پکڑنے سے آدمی گمراہی سے بچ سکتا ہے۔لیکن ان دونوں کو بھی علماء سے سیکھنا چاہئے، وہی اس کو صحیح سمجھتے ہیں اس لئے کہ ان کو ان کا علم سینہ بہ سینہ حاصل ہوا ہے اسی لئے ایک حدیث میں آیا ہے کہ علم علماء کے اُٹھ جانے سے دنیا سے غائب ہو جائے گا۔ کتابیں تو رہیں گی لیکن علم نہیں رہے گا۔ **الھم اجعلنا من العلماء العاملین۔**

حدیث ۱۴: طبرانی وغیرہ نے ابن عباسؓ سے روایت کیا ہے وہ فرماتے ہیں کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد خیف (منیٰ) میں ہم کو خطبہ دیا تو اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا کی اور اس کی شان کے مطابق اس کا تذکرہ فرمایا، پھر فرمایا۔جس کو فکر آخرت ہو اللہ تعالیٰ اس کی پراگندگی اور پریشانی کو مجتمع فرمادے گا اور اس کی بے نیازی کو اس کے سامنے کردے گا اور دنیا ذلیل ہو کر اس کے پاس آئے گی۔اور جس کا فکر دنیا ہو گی اللہ تعالیٰ اس کی پریشانی کو پھیلا دیں گے اور فقر اس کے سامنے کردیں گے اور دنیا اتنی ہی آئے گی جتنی مقدر ہے۔ (حیاۃ الصحابۃ جلد ۳، صفحہ ۳۹۹)

حدیث ۱۵: ابن النجار نے حضرت ابن عمرؓ سے روایت کیا فرمایا۔حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو منیٰ میں مسجد خیف میں خطبہ دیا تو فرمایا۔اللہ تعالیٰ اس بندے کو تروتازہ رکھے جس نے میری بات سنی اور اپنے بھائی سے اس کو بیان کرتا رہا۔تین چیزیں ایسی ہیں کہ کسی مسلمان کا دل ان سے خیانت نہیں کرتا (یعنی ہر مسلمان میں یہ تین باتیں ضرور ہوتی ہیں) اللہ تعالیٰ کے لئے عمل کو خالص کرنا اور حکام وامراء کی خیرخواہی اور مسلمانوں کی جماعت کے ساتھ شامل رہنا اس

لئے کہ مسلمانوں کی دعا ان کی حفاظت کرتی ہے۔ (حیاۃ الصحابہ جلد ۳، صفحہ ۳۹۹)

حدیث ۱۶: بیہقی نے حضرت جابرؓ سے نقل کیا وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایام تشریق کے درمیان میں ہم کو الوداعی خطبہ دیا فرمایا۔ اے لوگو تمہارا رب ایک ہے اور تمہارے باپ (بھی) ایک ہیں۔ سن لو کسی عربی کو عجمی پر کوئی فضیلت نہیں اور نہ کسی عجمی کو عربی پر۔ نہ سرخ کو کالے پر نہ کالے کو سرخ پر، مگر تقویٰ کے ذریعہ۔ بے شک اللہ تعالیٰ کے یہاں تم میں زیادہ عزت والا وہ ہے جو زیادہ متقی ہو۔ کیا میں نے تبلیغ کر دی؟ لوگوں نے کہا ہاں یا رسول اللہ۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تو چاہئے کہ حاضر غائب تک پہنچا دیں۔ ایسا ہی ترغیب میں ہے۔ (حیاۃ الصحابہ جلد ۳، صفحہ ۴۰۴)

یہی مضمون مسند احمد میں ابونفرہ کے واسطہ سے کسی صحابی سے منقول ہے۔ (مجمع الزوائد جلد ۳، صفحہ ۲۶۹) اور عداء بن خالد بن عمرو بن عامر سے بھی یہی مروی ہے۔

(مجمع الزوائد جلد ۳، صفحہ ۲۷۵)

حدیث ۱۷: امام بزار نے حضرت عمرؓ سے ایک لمبی روایت ذکر کی ہے اس کے شروع میں یہ ہے کہ جب حضرت صلی اللہ علیہ وسلم منیٰ میں تھے تو ایام تشریق کے درمیان میں آپؐ پر سورۂ **اذا جاء نصر اللہ والفتح** نازل ہوئی۔ آپؐ سمجھ گئے کہ یہ موت (کی خبر) ہے۔ چنانچہ اپنی قصویٰ اونٹنی کو کجاوہ کسنے کا حکم فرمایا۔ پھر اس پر سوار ہوئے اور عقبہ کے پاس لوگوں کے سامنے کھڑے ہوئے۔ اللہ تعالیٰ نے جتنے مسلمانوں کو چاہا آپؐ کی بات سننے کے لئے جمع ہو گئے۔ آپؐ نے اللہ تعالیٰ شانہ کی تعریف فرمائی پھر فرمایا۔ (اس کے بعد روایت میں وہ مضامین ہیں جو مختلف کتابوں کے حوالہ سے گذر چکے ایک بات یہ بھی فرمائی) میرے بعد اب کوئی نبی نہیں۔ اور تمہارے بعد کوئی امت نہیں اور دونوں ہاتھوں کو اُٹھا کر فرمایا۔ یا اللہ گواہ ہو جا۔

علامہ ہیثمی فرماتے ہیں کہ اس کی سند میں موسیٰ بن عُبیدہ ہے جو ضعیف ہے۔

(مجمع الزوائد جلد ۳، صفحہ ۲۷۰)

حدیث ۱۸ : امام بزّار نے حضرت فضالہ بن عُبیدؓ سے ایک روایت ذکر کی ہے جس میں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد بھی حجۃ الوداع میں مذکور ہے۔ مسلمان وہ ہے جس کے زبان اور ہاتھ سے لوگ محفوظ رہیں اور مومن وہ ہے جس سے لوگ اپنی جان و مال پر مطمئن ہوں اور مہاجر وہ ہے جو گناہ اور معاصی کو چھوڑ دے اور مجاہد وہ ہے جو اپنے نفس سے اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں جہاد کرے۔ اس کو مختصراً طبرانی نے بھی روایت کیا ہے بزّار کے رجال ثقہ ہیں۔

(مجمع الزوائد جلد ۳، صفحہ ۲۷۱)

حدیث ۱۹ : طبرانی نے حارث بن عمروؓ سے روایت کیا وہ فرماتے ہیں کہ میں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں منیٰ یا عرفات میں حاضر ہوا۔ آپؐ کے پاس دیہاتیوں کا ایک قبیلہ تھا۔ یہ لوگ جب حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرۂ مبارک دیکھتے تو کہتے۔ یہ مبارک چہرہ ہے۔ میں نے کہا یا رسول اللہ میرے لئے دُعائے مغفرت فرما دیجئے۔ فرمایا۔ **اللھم اغفرلنا** یا اللہ ہماری مغفرت فرما۔ پھر میں نے کہا میرے لئے دُعائے مغفرت فرمایئے۔ آپؐ نے فرمایا۔ یا اللہ ہماری مغفرت فرما۔ میں گھوم کر پھر آیا اور درخواست کی یا رسول اللہ دُعائے مغفرت فرمایئے۔ آپؐ نے فرمایا یا اللہ ہمارے لئے مغفرت فرما۔ پھر آپؐ تھوکنے جانے لگے لیکن اپنے ہاتھ میں تھوک لے لیا (شاید چادر کے کنارے میں) اور اپنے چپل پر ہاتھ کو پھیر لیا۔ ایسا اس لئے کیا کہ تھوک کسی کے اوپر نہ پڑ جائے۔ پھر خون اور مال کی حرمت بیان کی، تبلیغ اور صدقہ کا حکم دیا اور فرمایا شاید اس کے بعد تم مجھ کو نہ دیکھ سکو۔ اور احرام کی میقاتوں کا بھی تذکرہ فرمایا۔ طبرانی نے اس کو اوسط میں اور کبیر میں اختصار کے ساتھ ذکر کیا اور اس کے رجالِ سند ثقہ ہیں۔

(مجمع الزوائد جلد ۳، صفحہ ۲۷۲)

حدیث ۲۰ : طبرانی نے معجم کبیر میں جمرۃ بن قحافہ سے روایت کی ہے فرماتی ہیں میں ام المؤمنین ام سلمہؓ کے ساتھ حجۃ الوداع میں تھی میں نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو سنا فرما رہے تھے **یا امتاہ ھل بلّغتکم** اے میری امت کیا میں نے تم تک تبلیغ کر دی۔ تو ایک بچے نے پوچھا کیا حضرت اپنی ماں کو بلا رہے ہیں؟ کہتی ہیں کہ میں نے کہا اپنی امت کو مراد لے رہے

ہیں۔ (ماں کو نہیں) پھر خون، مال اور آبرو کی حرمت بیان فرمائی۔ طبرانی نے کبیر میں اس کو روایت کیا۔ اس میں حسین بن عازب کا حال معلوم نہیں۔ (مجمع الزوائد جلد ۳، صفحہ ۲۷۶)

حدیث ۲۱: حضرت عبداللہ بن عمرو ابن العاصؓ سے بخاری شریف میں روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (یعنی حجۃ الوداع میں) کہ اللہ تعالیٰ علم کو علماء (کے سینوں) سے ایک دم کھینچ نہیں لیں گے۔ بلکہ علماء کو اُٹھا لیں گے۔ جب کوئی عالم نہیں رہے گا تو لوگ جاہلوں کو سردار بنالیں گے۔ پھر ان سے سوال کیا جائے گا تو بغیر علم کے اپنی رائے سے فتویٰ دیں گے۔ خود بھی گمراہ ہوں گے اور دوسروں کو بھی گمراہ کریں گے۔ (فتح الباری جلد ۱، صفحہ ۱۹۵)

اللہ ہم سب کو نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے ان تمام ارشادات پر عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ اور ان ارشادات کو پوری دنیا میں عام کرنے کی توفیق نصیب فرمائے اور امت مسلمہ کو دین کی طرف متوجہ فرمائے۔ آمین یارب العالمین

فضل الرحمٰن اعظمی

آزادول جنوبی افریقہ

ضمیمہ

خطبۂ فتح مکہ المکرّمۃ (شر فھا اللہ تعالی)

رمضان ۸ھ میں جب مکہ مکرمہ فتح ہوا تھا اس وقت بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ دیا تھا۔ ہم اس جگہ اس کی بھی بعض روایات پیش کرتے ہیں۔ اس لحاظ سے اس کو یہاں سے مناسبت ہے کہ یہ خطبہ بھی مکہ مکرمہ میں دیا گیا تھا۔ اور اس میں مکہ مکرمہ کی حرمت اور تبلیغ کی طرف توجہ دلائی گئی ہے۔

ا۔ امام بخاریؒ نے اپنی صحیح میں کئی جگہ یہ روایات ذکر کی ہیں کہ جب عمر بن سعید اموی (جو یزید ابن معاویہ کی طرف سے مدینہ منورہ کا امیر تھا) مکہ مکرمہ کی طرف عبداللہ بن زبیر سے لڑنے کے لئے فوج بھیج رہا تھا تو حضرت ابوشریح عدویؓ نے اس سے فرمایا کہ امیر صاحب اجازت ہو تو میں وہ حدیث بیان کروں جو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے دوسرے دن بیان فرمائی تھی۔ اس کو میرے کانوں نے سنا اور دل نے اس کو محفوظ کیا اور میری آنکھوں نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا تھا جبکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کو بیان فرما رہے تھے۔ پھر فرمایا

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حمد وثناء کے بعد فرمایا۔ کہ اللہ تعالیٰ نے مکہ کو حرام کیا ہے لوگوں نے نہیں۔ اس لئے کسی ایسے شخص کے لئے جو اللہ تعالیٰ اور یوم آخرت پر یقین رکھتا ہو جائز نہیں کہ اس میں کسی کا خون بہائے اور کوئی درخت کاٹے۔ اگر کوئی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی لڑائی کی وجہ سے مکہ میں لڑائی کا جواز سمجھتا ہو تو اس سے کہہ دو کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو اجازت دی تھی تم کو نہیں دی ہے۔ آپؐ نے فرمایا اور مجھ کو بھی صرف دن کے کچھ حصہ کے لئے اجازت دی تھی۔ (طلوع آفتاب سے عصر تک کے لئے۔ مسند احمد) پھر اس کی حرمت اسی طرح ہو گئی جیسے کل گذشتہ تھی اور حاضرین غائبین تک پہنچا دیں۔ ابوشریح رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کہ عمرو بن سعید

نے آپ کو کیا جواب دیا۔ تو فرمایا کہ اس نے کہا کہ ابو شریح میں تم سے زیادہ جانتا ہوں۔ حرم کسی نافرمان اور خون کر کے بھاگنے والے کو اور چوری یا فساد کر کے بھاگنے والے کو پناہ نہیں دیتا۔

(بخاری شریف جلد ا، صفحہ ۲۱ و ۲۴۷)

مسند میں اس کے بعد یہ بھی ہے کہ ابو شریح نے فرمایا کہ میں اس خطبہ میں حاضر تھا تم غائب تھے۔ ہم کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا تھا کہ غائب تک پہنچا دیں۔ میں نے پہنچا دی۔ اب تم جانو اور تمہارا کام۔ (عمدۃ القاری للعینی)

۲۔ امام بخاریؒ نے حضرت ابن عباسؓ سے یہ روایت ذکر کی ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے موقع پر فرمایا کہ اب ہجرت نہیں ہے۔ لیکن جہاد اور نیت ہے تو جب تم سے نکلنے کو کہا جائے تو نکلو۔ یہ (مکہ) ایسا شہر ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمینوں کے پیدا کرنے کے دن ہی سے حرام قرار دیا ہے۔ اور یہ اللہ تعالیٰ کے حرام کرنے سے قیامت تک کے لئے حرام ہے اور مجھ سے قبل کسی کے لئے حلال نہیں کیا گیا۔ اور میرے لئے بھی صرف دن کے کچھ حصہ میں حلال کیا گیا۔ اب قیامت تک کے لئے اللہ تعالیٰ کے حرام کرنے سے حرام ہے۔ اس کا کانٹا کاٹا نہیں جائے گا۔[۱] اس کی پڑی ہوئی چیز کوئی نہیں اُٹھائے گا، ہاں جس کو اعلان کرنا ہو وہی اُٹھائے۔ اس کی گھاس بھی نہیں کاٹی جائے گی۔ حضرت عباسؓ نے فرمایا کہ یا رسول اللہ! اذخر گھاس کا استثناء فرما دیجئے اس لئے کہ یہ مکہ کے لوہاروں اور مکہ والوں کے گھروں کے لئے کام آتی ہے۔ تو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا استثناء فرما دیا۔

(بخاری شریف جلد ا، صفحہ ۲۱ و ۲۴۷)

بعض روایتوں میں ہے کہ اذخر گھاس سُناروں کے اور قبروں میں کام آتی ہے۔

(بخاری جلد ا، صفحہ ۱۸۰)

فضل الرحمٰن اعظمی

آزادول جنوبی افریقہ

---

[۱] اس کے شکار کو نہیں بھگایا جائے گا۔